زکواۃ کے نئے مسائل

اموال زکوۃ کی سرمایہ کاری(Investment)،
اور تملیکِ زکوۃ کی بعض صورتیں

اسلامی نظریاتی کونسل کے اراکین کی آراء کی روشنی میں

سوال نمبرا:(الف) دریافت طلب امر یہ ہے کہ زکواۃ کی رقوم کا استثمار درست ہے یا نہیں؟یعنی زکواۃ کی رقوم سے اس مقصد سے کارخانے ،فیکٹریاں وغیرہ قائم کرنا کہ ان سے حاصل ہونے والے منافع کو مستحقین زکواۃ میں تقسیم کیا جائے گا اور ان کارخانوں میں فقراء کو ملازمت دے کر ان کے لئے روزگار فراہم کردیا جائے گا،شرعی نقطہ نظر سے جائز ہے یا نہیں؟

(ب) اموال زکواۃ کے استثمار کے جائز یا ناجائز ہونے کے دلائل اور اسباب ووجوہ پر روشنی ڈالیں

(ج)اس ذیل میں یہ بھی وضاحت کریں کہ زکواۃ کی ادائیگی کے لئے تملیک (مستحق زکواۃ کو مالک بنانا)ضروری ہے یا نہیں؟اور زیر بحث مسئلہ میں تملیک کی شرط پوری ہورہی ہے یا نہیں؟

سوال نمبر۲:زکواۃ کے مال سے اگر رہائشی مکانات یا دوکانیں تعمیر کرکے فقراء کو رہائش یا تجارت کے لئے دے دی جائیں اور انہیں مکانات،دوکانوں کا مالک نہ بنایا جائے تو اس سے زکواۃ کی ادائیگی ہوجائے گی یا نہیں؟

سوال نمبر۳:فقراء میں زکواۃ کا مال تقسیم کرنے کے بجائے ،اگر ان کے لئے زکواۃ کے مال سے مکانات یا دوکانیں تعمیر کرکے ان کی ملکیت میں دے دی جائیں،تو اس کا شرعی حکم کیا ہے؟اس میں اگر کوئی شرعی قباحت ہو تو اس کی وضاحت فرمائیں۔

جوابات..........

مذکورہ بالا مسائل پر غور وخوض کے ضمن میں حسب ذیل نکات زیر بحث آئے:۔

ا۔کیا زکواۃ کی ادائیگی کے لئے تملیک لازمی شرط ہے؟

اس کے بارے میں ایک رائے یہ تھی کہ آیہ کریمہ:انـمـا الـصـدقـات لـلـفـقـراء والـمـسـاکـیـن۔۔۔الخ (التوبہ۹/۶۰) میں،لام،تملیک کے لئے ہے،اور ایک رائے یہ تھی کہ یہاں

'لام، سبیت کا ہے، اس لئے تملیک ضروری نہیں۔

۲۔کیا کسی مستحق زکواۃ کو نصاب کی مقدار کے برابر زکواۃ ادا کی جاسکتی ہے؟

آیہ کریمہ: انما الصدقات للفقرآء والمساکین ......۔اور ارشاد رسالت مآب ﷺ "تؤخذ من اغنیآئھم وترد الی فقرآئھم "، (زکواۃ ان کے اغنیاء سے لی جائے گی اور ان کے فقراء کو دی جائے گی) سے استدلال کرتے ہوئے یہ کہا گیا کہ زکواۃ فقیر یا مسکین ہی کو دی جاسکتی ہے، غنی کو نہیں۔لہذا اگر کسی مستحق کو بقدر نصاب یا اس سے زائد زکواۃ ادا کی جائے تو یہ درست نہ ہوگا۔اس کے برعکس یہ رائے پیش کی گئی کہ ایسا کرنا اگر چہ درست ہے تاہم مستحسن نہیں۔اس سلسلے میں فقہاء کرام کی رائے یہ ہے کہ زکواۃ کا فیض اگر زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچے تو یہ افضل اور بہتر ہے۔لیکن اگر کوئی بیک وقت کسی محتاج کو پانچ، دس ہزار روپے دے دے، تو یہ اس کے منافی نہیں ہے کیونکہ دیتے وقت وہ غنی نہیں تھا، لیکن اسے مستحسن قرار نہیں دیا گیا تاہم اس کے لئے فقہی طور پر جواز کی گنجائش موجود ہے۔

۳۔کیا زکواۃ کے روپیہ کی بجائے زکواۃ کے مستحق کو اس مالیت کا مکان یا آلہ حرفت دیا جاسکتا ہے؟

اس مسئلہ پر جعفری نقطہ نظر یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنا کوئی کارخانہ یا مکان کسی مستحق زکواۃ کو بطور زکواۃ دے دے تو یہ جائز ہے۔

۴۔اگر مال زکواۃ سے مستحقین زکوۃ کی بہتری کے لئے کوئی کارخانہ قائم کردیا جائے تو کیا زمینی حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے ایسا کرنا مستحقین زکوۃ کے لئے واقعی فائدہ مند ہوگا؟ اس ضمن میں یہ رائے دی گئی کہ جمع شدہ مال زکوۃ، زکوۃ انتظامیہ کے پاس مستحقین زکوۃ کی امانت ہے، اس سے اگر کوئی فیکٹری وغیرہ قائم کردی جائے تو اس کے خسارہ کے امکانات بھی موجود ہیں، اور اس طرح مستحقین زکوۃ کے مفاد کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔

۵۔یتیم کے مال کے ولی کو یہ اجازت دی گئی ہے کہ اگر اسے یہ خدشہ ہو کہ یتیم کا مال کم ہوتا رہے گا، تو وہ اسے کسی نفع بخش کاروبار میں لگا دے۔آیا اموال زکوۃ کے استثمار پر اس کی روشنی میں غور کیا جاسکتا ہے؟

۶۔اگر زکوۃ فنڈ استثماری پراجیکٹس میں لگا دیا جائے تو مستحقین زکوۃ کی فوری ضروریات مثلاً کھانا کپڑا دوائی وغیرہ کی فراہمی کس مد سے کی جائے گی؟

ان نکات پر غور کرنے کے بعد طے پایا تھا کہ ارکان کونسل اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں کا بالاستیعاب جائزہ لینے اور متعلقہ نکات پر کتب فقہ کے مطالعہ کے بعد اپنی اپنی تحریری آراء ایک ماہ کے اندر پیش کردیں گے، جن

پر معیشت کمیٹی غور کرنے کے بعد اپنے نتائج فکر سے کونسل کو آگاہ کرے گی۔

اس دوران کونسل کی معیشت کمیٹی کا اجلاس دوم جناب چیئرمین کونسل کی زیرِ صدارت ۲۰۔۲۱ جون ۲۰۰۱ء کو نیپالاہور میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں بھی ان مسائل پر مفصل غور وخوض کیا گیا۔ ۱۴۴ ریں اجلاس کے انعقاد سے قبل ان مسائل پر معزز ارکان کی آراء بھی موصول ہوئیں۔

موصولہ تحریری آراء اور معیشت کمیٹی کے اجلاس دوم میں مذکورہ بالا مسائل پر گفتگو کے ضمن میں جو دلائل سامنے آئے اور جو تحریری آراء موصول ہوئیں ان کا ملخص حسب ذیل ہے:

(ا) تملیک

(الف) اموال زکوۃ کی تملیک حسب ذیل دلائل کی بنیاد پر ضروری ہے

☆''ولایجوز ان یبنی بالزکوۃالمسجد وکذا القناطر والسقایات واصلاح الطرقات وکری الانہاروالحج والجہادوکل لاتملیک فیہ ولایجوز ان یکفن بہامیت ولایقضی بہادین المیت کذا فی التبیین،،(فتاوی ہندیۃ، ج ۱، ص ۱۸۸)۔

(ترجمہ: اور زکوۃ کے مال سے مسجد تعمیر کرنا اور اسی طرح پل بنانا، پینے کے پانی کا انتظام کرنا، راستوں کی مرمت، نہریں کھودنا اور حج اور جہاد میں خرچ کرنا جائز نہیں اور ہر وہ کام جس میں تملیک نہ ہو۔ میت کو کفن دینا اور میت کے قرض کی ادائیگی بھی مال زکوۃ سے جائز نہیں۔ التبیین میں اسی طرح ہے۔)

☆''قال فی التنویر ھی تملیک جزء مال عینہ الشارع من مسلم فقیر الخ،،(ردالمختار جلد ۲، ص ۳)

(ترجمہ التنویر میں ہے کہ زکوۃ شارع کی طرف سے معین کردہ مال کے کسی حصہ کا مسلمان فقیر کو مالک بنانا ہے۔)

☆ زکوۃ کی رقم کی ادائیگی میں تملیک بلاعوض لازم ہے۔ یعنی فقراء ومساکین کو بغیر کسی معاوضہ کے مالک بنا کر زکوۃ کی رقم دی جائے۔ کنواں، تالاب، مسجد، مسافر خانہ، مزار، مقبرہ کی تعمیر میں تملیک نہیں ہے، اس لئے یہ سب ناجائز ہیں۔ مسکینوں، طالب علموں، یتیموں، بیواؤں کو زکوۃ کی رقم دی جاتی ہے۔ (کفایت المفتی، ج ۳، ص ۲۶۳)

☆''ویشترط ان یکون الصرف تملیکا لااباحۃ،،(الدرالمختار، ج ۲، ص ۸۵)

(شرط ہے کہ مال زکوۃ کا دینا تملیک کے طور پر ہو اباحت کے طور پر نہ ہو۔)

☆"فهي تمليک المال من فقير غير هاشمي"، (فتاوی عالمگیری، ج ۱، ص ۱۷۰)
(زکوۃ مال کو غیر ہاشمی فقیر کی ملکیت میں دینے کا نام ہے۔)

☆ آیت کریمہ "انما الصدقت للفقرآء......"، میں لام اختصاص کے لئے ہے۔ (تفسیر روح البیان، ج ۳، ص ۴۵۴)

☆ امام ابوعبید نے کتاب الاموال میں فرمایا ہے کہ میت کی طرف سے اس کے قرض کی ادائیگی یا اس کے دفن کے اخراجات میں اور مساجد کی تعمیر میں، نہر کھودنے وغیرہ میں مال زکوۃ خرچ کرنا جائز نہیں، کیونکہ سفیان ثوریؒ اور تمام ائمہ اس پر متفق ہیں کہ اس میں خرچ کرنے سے زکوۃ ادا نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ ان آٹھ مصارف میں سے نہیں ہیں جن کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے۔ (بحوالہ تفسیر معارف القرآن)

☆ کاسانی نے "بدائع"، میں ادائیگی زکوۃ کے لئے شرط تملیک کی یہ دلیل دی ہے کہ قرآن میں عموماً زکوۃ اور صدقات واجبہ کا لفظ "ایتاء"، کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔۔۔اور "ایتاء" لغت میں عطاء کرنے کے معنی میں آتا ہے اور ظاہر ہے کہ کسی کو کوئی چیز عطاء کرنے کا مفہوم حقیقی یہی ہے کہ اس کو اس چیز کا مالک بنا دیا جائے اور علاوہ زکوۃ وصدقات کے بھی لفظ "ایتاء"، قرآن کریم میں مالک بنا دینے کے لئے ہی استعمال ہوا ہے، مثلاً واتوا النسآء صدقتهن، یعنی دے دو عورتوں کو ان کے مہر۔ ظاہر ہے مہر کی ادائیگی تب ہی تسلیم ہوتی ہے، جب رقم مہر پر عورت کو مالکانہ قبضہ دے دیا جائے۔ دوسرے یہ کہ قرآن کریم میں زکوۃ کو صدقہ کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ "انما الصدقت للفقراء"، اور صدقہ کے معنی حقیقی یہی ہیں کہ کسی فقیر حاجت مند کو اس کا مالک بنا دیا جائے۔ کسی کو کھانا کھلا دینا یا رفاہ عام کے کاموں میں خرچ کر دینا حقیقی معنی کے اعتبار سے صدقہ نہیں کہلاتا۔ شیخ ابن ہمام نے فتح القدیر میں فرمایا کہ صدقہ کی حقیقت بھی یہی ہے کہ کسی فقیر کو اس مال کا مالک بنا دیا جائے، اسی طرح امام جصاص نے "احکام القرآن"، میں فرمایا کہ لفظ صدقہ تملیک کا نام ہے۔ (جصاص، احکام القرآن، ج ۲، ص ۱۵۲، بحوالہ معارف القرآن)

☆ کتب تفسیر اور فقہ میں یہ مذکور ہے کہ "تملیک عین"، کے بجائے "تملیک منفعت"، زکوۃ کی ادائیگی کے لئے شرعاً کافی نہیں۔ (ملاحظہ ہو تفسیر قرطبی، درمختار، شرح صغیر، البحر الرائق وغیرہ)۔

☆ اموال زکوۃ کو یتیم کے مال پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ یتیم اپنے مال کا مالک ہوتا ہے، البتہ اس کے سن رشد کو پہنچنے تک اس کا سرپرست اس کے مال کو کسی منفعت بخش کاروبار میں لگا سکتا ہے، جب کہ عمال زکوۃ، زکوۃ کے

مالک نہیں ہوتے۔وہ زکوۃ ادا کرنے والے کی طرف سے وکیل ہوتے ہیں تا کہ مال زکوۃ کو مستحقین تک پہنچادیں۔

(ب)اموال زکوۃ کی تملیک ضروری نہیں

دلائل

آیت کریمہ ''انما الصدقت للفقرآء...... الایه ،، میں تملیک کا مفہوم لینے کے لئے 'لام' کوئی ایسا حرف نہیں ہے کہ جس کو عربیت کی رو سے اختصاص کا درجہ حاصل ہو۔صاحب ''مغنی اللبیب ،، نے لام کے ۲۲(بائیس) معانی بیان کئے ہیں اوران میں سے ایک ایک کی مثال بھی دی ہے اور لام تملیک کی انہوں نے جو مثال دی ہے وہ ہے: وھبت لزید دینارا .حالانکہ ان کا عام اصول یہ ہے کہ وہ نحوی قواعد کے لئے قرآن سے مثالیں لاتے ہیں۔

☆قرآ مجید کی کوئی صریح نص یا رسول اللہ ﷺ کی کوئی صحیح حدیث نہیں ہے، جس کی بنیاد پر تملیک کو رکن زکوۃ قرار دیا جائے ،احناف،شوافع ،مالکیہ سب کے استدلال کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سارا معاملہ استنباط کا ہے اور استنباط کی بنیاد پر کسی چیز کو رکن قرار نہیں دیا جاسکتا۔

☆'ایتاء' کا فعل بھی ہر لحاظ سے اپنے اندر تملیک کا مفہوم نہیں رکھتا۔ورنہ 'واتیناھم الکتب'،'واتینادار ،، میں بھی تملیک کا مفہوم لینا پڑے گا۔

☆آیت کریمہ ''انما الصدقت للفقراء،، میں بیان کردہ آٹھ مدات میں سے چار کا ذکر 'لام' کے تحت اور چار کا ذکر 'فی' کے تحت کیا گیا ہے ،اب یہاں لام، کا وہ مفہوم لینا مناسب ہوگا جو 'فی' سے ہم آہنگ ہو اور 'فی' کا وہ مفہوم لینا چاہئے جو 'لام' سے ہم آہنگ ہو۔یہاں 'فی' کا متبادر مفہوم انتفاع ،افادہ اور استحقاق کا ہے اور اس طریقے سے اس میں تاویل کر کے مضاف کو حذف مان کر اس میں اختصاص کا مفہوم بھی پیدا کیا جاسکتا ہے۔

مفصل دلائل مولانا امین احسن اصلاحی نے اپنی تحریر مسئلہ تملیک، میں ذکر کئے ہیں۔

☆آیت کریمہ 'انما الصدقت' کے سیاق وسباق سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہاں مقصود زکوۃ کے مصارف بیان کرنا ہے کہ ان مدات میں زکوۃ کا مال خرچ کیا جاسکتا ہے۔تملیک کا مسئلہ یہاں زیر بحث نہیں ہے .یہاں 'لام' ،استحقاق کے لئے ہے۔

☆ بعض حنفی مفسرین علامہ خفاجی، علامہ ابوالسعود، علامہ شیخ زادہ اور علامہ آلوسیؒ جیسے اکابر کے نزدیک قرآن پاک میں مذکور زکوۃ کے آٹھ مصارف میں سے آخری چار مصارف میں تملیک ضروری نہیں بلکہ ان کی فلاح وبہبود پر اموال زکوۃ کو خرچ کیا جاسکتا ہے۔

تملیک کی شرط ہٹادی جائے تو استثمار کا مسئلہ آپ سے حل ہو جاتا ہے۔

(۲) اموال زکوۃ کا استثمار

☆ ارکان کرام کی اکثریت نے اس رائے کا اظہار کیا کہ اگر اموال زکوۃ سے دکانیں اور رہائشی مکانات وغیرہ بنا کر مستحقین کی ملکیت میں دے دیئے جائیں تو یہ جائز ہے۔

☆ اسی طرح کوئی آلہ حرفت خرید کر دے دیا جائے تو یہ جائز ہے۔ تاہم کارخانہ بنا کر اس میں مستحقین کو روزگار دینے یا اس کے شیئرز کا مالک بنانے کی تجویز سے ارکان کرام کی اکثریت نے اتفاق نہ کیا۔

☆ ایک رائے یہ تھی کہ تملیک کی اجماعی حیثیت کو پیش نظر رکھ کر کوئی ایسی صورت اور حل تلاش کیا جائے، جس سے تملیک کی حیثیت مجروح نہ ہو، منافع کو مستحقین زکوۃ میں تقسیم کرنا، ملازمت فراہم کرنا وغیرہ سب جائز ہو۔

☆ ایک رائے یہ تھی کہ اگر کوئی زکوۃ دینے والا بطور زکوۃ کے کوئی فیکٹری یا کارخانہ دے دے تو اس صورت میں ممکن ہے کہ چند فقراء کو مشترکہ طور پر اس کارخانے کا مالک بنادیا جائے، جو اس کو چلا کر اپنے پاؤں پر کھڑا ہوسکیں اور حکومت یا زکوۃ کی نگرانی پر مامور عملہ اس بات کی سختی سے نگرانی کرے کہ وہ فقراء اس فیکٹری کو فروخت نہ کردیں۔ اگرچہ تملیک کے بعد ان کے اس حق کو سلب کرنا بھی صحیح نہ ہوگا۔

☆ اموال زکوۃ کو یتیم کے مال پر قیاس کیا جاسکتا ہے، وہاں متولی نائب ہے اور یہاں خلیفہ یا نائب خلیفہ، لیکن شرط وہی ہے اخلاص، حسن نیت اور مستحق کی بہبود۔

☆ جب کہ بعض ارکان نے اس رائے سے اختلاف کا اظہار کیا کہ یتیم کے مال میں تملیک کی شرط نہیں پائی جاتی۔

☆ امام جصاصؒ نے احکام القرآن میں ''خذ من اموالھم صدقۃ......'' کے مطابق اس کو حق الامام اس کا استعمال صحیح اور مدات زکوۃ میں ہی ہو۔

☆ جیسے ہی زکوۃ کا سال پورا ہو جائے، اس کی ادائیگی ائمہ اربعہ کے نزدیک فی الفور واجب ہے، حنابلہ اور حنفیہ

شیخ فانی عاجز فقیر ہو اور فدیہ نہ دے سکے تو اسے فدیہ معاف ہے

کے صراحت ہے کہ ادائیگی میں تاخیر بلاعذر جائز نہیں، بلکہ حنفیہ نے تو یہاں تک کہا ہے کہ جو شخص تاخیر کا مرتکب ہو، وہ گناہ گار اور مردود الشہادۃ ہے۔ لہذا اموال زکوۃ سے استثمار کی قطعاً گنجائش نہیں نکلتی۔

☆ مزید برآں کتب فقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوۃ کی ادائیگی کے لئے ''عین،، کی تملیک ضروری ہے، منفعت کی تملیک کافی نہیں، مثلاً گھر کے بجائے گھر کی منفعت، جیسے فقیر کو رہائش دے دی وغیرہ تو اس سے زکوۃ ادا نہیں ہوگی۔

☆ امام نوویؒ فرماتے ہیں ''لا یجوز للامام ولا للساعی ان یبیع شیا من الزکاۃ بل یوصلها بحالها الی المستحقین،، (روضۃ الطالبین ۲، ۳۳۷) (یعنی زکوۃ کی کوئی چیز امام یا ساعی کے لئے فروخت کرنا بھی جائز نہیں، بلکہ اسی حالت میں اس کو مستحقین تک پہنچایا جائے۔) بناء بریں استثمار کا کوئی جواز نہیں۔

کونسل کا فیصلہ

کونسل نے اپنے ۱۴۴ ویں اجلاس ۱۲۔۱۴/ ستمبر ۲۰۰۱ء میں اس مسئلہ کے تمام مذکورہ پہلوؤں پر تفصیلی غور وخوض اور دلائل کا بالاستیعاب جائزہ لینے کے بعد اکثریتی رائے کی بناء پر فیصلہ کیا:

کہ ''مستحق زکوۃ کو مال زکوۃ کی تملیک ادائے زکوۃ کے لئے لازمی شرط ہے۔

زکوۃ فنڈ سے مستحقین کی فلاح وبہبود کے ادارے قائم کرنے یا اس مقصد کے لئے کارخانے لگانے سے تملیک کی شرط پوری نہیں ہوتی۔ لہذا زکوۃ انتظامیہ کے لئے اموال زکوۃ کا استثمار درست نہیں۔ البتہ حکومت ''بحالی اسکیم،، کے تحت چھوٹے کاروبار کے لئے زکوۃ فنڈ سے جو رقم مستحقین کو دے رہی ہے، اس میں تملیک کی شرط پوری ہو جاتی ہے لہذا یہ درست ہے۔،،

مستحقین زکوۃ کو نقد رقم کی بجائے گندم یا دیگر اشیاء خوردنی کی شکل میں زکوۃ کی ادائیگی

کیا مستحقین زکوۃ، بالخصوص قدرتی آفات سے متاثر ہونے والوں کو نقد رقم کی بجائے گندم، چاول یا خوردنی تیل کی شکل میں زکوۃ ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

طویل غور وفکر کے بعد کونسل نے اپنے ۱۴۷ ویں اجلاس ۵۔۶/ جون ۲۰۰۲ء میں طے کیا کہ:

''زکوۃ کی رقم حکومت کے پاس امانت ہوتی ہے لہذا اس کی جنس میں تصرف وتغیر جائز نہیں۔ ارشاد باری تعالی

ہے:

ان الله يامركم ان تؤدوا الامنت الى اهلها . (النساء:۴/۵۸)

(اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں ان کے حوالے کردیا کرو)

عہد رسالت مآب ﷺ اور عصر خلافت راشدہ میں بھی ایسی کوئی مثال نہیں ملتی کہ زکوۃ کی رقوم ،اجناس،مویشیاں کو تبدیل جنس کے بعد مستحقین تک پہنچایا گیا ہو،اموال زکوۃ بجنسہ مستحقین کو پہنچائے جاتے تھے۔

یہ اس مسئلہ کا شرعی پہلو ہے جب کہ اس کا ایک انتظامی پہلو بھی ہے،خرید وفروخت،سٹوریج،نقل وحمل وغیرہ کے عمل میں کمیشن کے لین دین اور دوسری خرابیوں اور بدعنوانیوں کو بھی خارج از امکان قرار نہیں دیا جاسکتا۔مزید برآں نقد امداد کی صورت میں مستحق اپنی حاجت کے مطابق ،جہاں اپنی ضرورت زیادہ شدید اور زیادہ اہم سمجھے،خرچ کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔

اس لئے زکوۃ کی بصورت نقد ادائیگی ہی اولی اور بہتر ہے البتہ ہنگامی،اضطراری اور غیر معمولی حالات میں زکوۃ کی رقم نقد کی بجائے راشن کپڑے وغیرہ کی شکل میں مہیا کی جاسکتی ہے۔مثلا سیلاب زدگان ،زلزلہ زدگان یا اس نوعیت کی دیگر قدرتی آفات سے متاثر لوگوں کی فوری امداد کی ضرورت ہو تو انہیں نقد رقم کی بجائے اشیاء خوردنی یا دیگر فوری ضروریات کے لئے مطلوب اشیاء کی صورت میں زکوۃ ادا کی جاسکتی ہے۔

......☆......☆......☆......☆......

جدید فقہی مسائل اوران کا مجوزہ حل

ترتیب وتدوین:ڈاکٹر عبدالستار ابوغدہ اردو ترجمہ:ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

نظر ثانی واشاعت:ڈاکٹر نور احمد شاہتاز

450 صفحات، قیمت 300 روپے عمدہ ایڈیشن

ناشر:ماڈرن اسلامک فقہ اکیڈمی کراچی

پوسٹ بکس نمبر 17777 گلشن اقبال کراچی

☆اگر زباغ رعیت ملک خورد سیبی ...... برآورند غلامان او درخت از بیخ